مذہبی حکومت کے مسائل ــــ قائدِ اعظم کے ارشادات

اگست ۱۹۴۱ء میں قائد اعظم محمد علی جناح حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تھے اور ۱۹ر اگست کو راک لینڈ اسٹیٹ گسٹ ہاؤز میں طلبا کو تبادلۂ خیالات کا موقع عطا فرمایا تھا۔ اس گفتگو کے وقت قائد ملت بہادر یار جنگ بھی قائد اعظم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ طلبا نے قائد اعظم سے مختلف سوالات کیے جن کا انھوں نے خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ ۲۵ ر دسمبر ۱۹۴۱ کو قائد اعظم کی سالگرہ کے موقع پر ایک طالب علم نے اس مکالمہ کو سوال و جواب کی شکل میں مرتب کر کے اورینٹ پریس کو بغرض اشاعت دیا تھا جس کا ترجمہ روز نامہ انقلاب، لاہور نے اپنی ۸ ر جنوری ۱۹۴۲ کی اشاعت میں شائع کیا۔ مذہبی حکومت اور اس کے متعلقہ مسائل کے بارے میں قائد اعظم نے جن گراں بہا خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ بہت اہم اور قابل غور ہیں۔ چنانچہ ہم اس روداد کو روز نامہ انقلاب سے نقل کر کے شائع کر رہے ہیں۔ اگرچہ ترجمہ نہایت خراب ہے اور بعض جگہ عبارت بے ربط اور پیچیدہ ہو گئی ہے لیکن چونکہ قائد اعظم کے ارشادات ایک دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ترجمے کی عبارت میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی اور اسے بجنسہٖ شائع کیا جا رہا ہے۔ اصل روداد جو اورینٹ پریس نے انگریزی میں جاری کی تھی دستیاب نہ ہو سکی اگر یہ مل گئی تو اس کو بھی المعارف میں مناسب طور پر شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ)

سوال: مذہب اور مذہبی حکومت کے لوازم کیا ہیں؟

جواب: جب میں انگریزی زبان میں مذہب کا لفظ سنتا ہوں تو اس زبان اور قوم کے عام محاورے کے مطابق میرا ذہن خدا اور بندے کی باہمی نسبتوں اور روابط کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک مذہب کا یہ محدود اور مقید مفہوم یا تصور نہیں ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ مُلّا۔ نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ

ہے۔ البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعہ کی اپنے طور پر کوشش کی ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی سے متعلق ہدایات کے باب میں زندگی کا روحانی پہلو، معاشرت، سیاست، معیشت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات سے باہر ہو۔ قرآن مجید کی اصولی ہدایات اور طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے بھی سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن نہیں۔

سوال: اس سلسلے میں اشتراکی حکومت وغیرہ کے باب میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: اشتراکیت، بالشویت یا کوئی اور ایسے ہی سیاسی اور معاشی مسلک دراصل اسلام اور اس کے نظامِ حیات کی غیر مکمل اور بھونڈی سی نقلیں ہیں۔ ان میں اسلامی نظام کے اجزا کا سا ربط، تناسب اور توازن نہیں پایا جاتا۔

سوال: ترکی حکومت تو ایک مادی (سیکولر) اسٹیٹ یا حکومت ہے۔ اس سے اسلامی حکومت مختلف ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: ترکی حکومت پر میری نظر میں سیکولر اسٹیٹ کی سیاسی اصطلاح اپنے پورے مفہوم میں منطبق نہیں ہوتی۔ اب رہا اسلامی حکومت کے تصور کا امتیاز یہ صاف ظاہر ہے۔ حکومت کے اس تصور کا یہ بنیادی امتیاز پیش نظر ہے کہ اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے۔ اس لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود معین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔ آپ جس نوعیت کی بھی حکمرانی چاہتے ہوں بہرحال آپ کو سلطنت اور علاقہ کی ضرورت ہے۔

سوال: وہ سلطنت ہمیں ہند میں کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟

جواب: مسلم لیگ، اس کی تنظیم، اس کی جدوجہد، اس کا رخ اور اس کی راہ سب اس سوال کے جواب ہیں۔

سوال: جب آپ اسلامی اصول کے تصور اور طریق دونوں میں بہترین اور برترین حکومت یقین فرماتے ہیں اور اجمالاً یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو خود مختار علاقے اس لیے مطلوب ہیں کہ وہاں وہ اپنے ذہنی میلانات اور حیات کے تصورات کو مانعت کے بغیر روبہ کار اور بہ ترقی لاسکیں تو پھر اس میں کون امر مانع ہے کہ زیادہ تفصیل اور توضیح کے ساتھ مسلم لیگ اپنی جدوجہد کی مذہبی تعبیر اور تشریح کرے۔

جواب: مذہبی تعبیر کے ساتھ ہی کام کی نوعیت، اس کی حقیقی تقسیم عمل اور اس کے اصلی حدود کو سمجھے بغیر ہمارے علما کی ایک جماعت ان خدمات کو صرف چند مولویوں کا ایک اجارہ خیال کرتی ہے، اور باوجود اہلیت و مستعدی کے یہ آپ کے یا میرے جذبۂ خدمت پورا کرنے کی کوئی صورت نہیں پاتی۔ پھر اس منصب کی بجا آوری کے لیے جن اجتہادی صلاحیتوں کی ضرورت ہے ان کو میں الا ماشاء اللہ ان مولویوں میں نہیں پاتا۔ وہ اس مشن کی تکمیل میں دوسروں کی صلاحیتوں سے کام لینے کا سلیقہ بھی نہیں جانتے۔

سوال: پاکستان کے بارے میں ہندوؤں کو یہ خوف ہے کہ مسلمان افغانستان وغیرہ کو مدعو کر کے سارے ہندوستان پر قبضہ کر لیں گے؟

جواب: مسلمان ایسا کیوں کریں گے اگر وہ خود یہاں مطمئن رہیں گے۔ کیا وہ نادان ہیں۔ اس کے کیا معنی؟ غور کیجیے۔ مسلمان کسی دوسری مسلم طاقت کو اسی وقت بلائیں گے جب خود اپنی طاقت پر بھروسہ نہ ہو۔ اگر ہندوستانی مسلمان خود طاقت ور نہ ہوں تو پھر کسی قومی تر قوم کو دعوت دینے کے معنی اپنی غلامی کو اپنے ہاتھوں بلانا ہے۔ اور کیا افغانی بھی اسے پسند کریں گے۔ بغیر کسی معقول سبب کے۔ آخر ہندوستانی مسلمان اپنی خود مختاری کے معاملے میں ایسا کیوں کریں گے؟

سوال: جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے اور ہندوؤں کی ساری جماعتوں کی روش سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ انگریز اپنی سنگینوں کی مدد سے ہندوؤں کو اقتدار منتقل کر دیں اور ان کے اقتدار کی جڑیں بھی مضبوط کریں؟

جواب: کیا انگریز نادان ہیں۔ اگر اقتدار اور اس کے منافع اور مفادات انگریزوں کے ہاتھ سے بالکلیہ جاتے ہیں تو پھر انگریز کس مقصد کے تحت یہ چاہیں گے کہ ہندو گدی نشین رہیں اور وہ

ان کے نیزہ بردار اور بہرہ وار ثابت ہوں۔ انگریزوں کی سرپرستی خواہ کسی کے ساتھ ہو خود ان کے اپنے مفادات کے ساتھ وابستہ رہے گی۔

سوال: بہرحال ہندوؤں کو مسلمانوں کے چھا جانے کا ڈر ہے۔

جواب: ایسا ڈر تو مسلمانوں کو بھی ہو سکتا ہے۔ نفسیاتی ہیبت اور بزدلی کی کوئی حد نہیں۔ اگر ہندوؤں کو پاکستان پا جانے والے مطمئن مسلمانوں سے ڈر ہو سکتا ہے تو پھر اپنے جائز سیاسی مرتبہ، موقف اور حقوق سے محروم مسلمانوں سے کس درجہ خوف طاری نہ ہوگا۔ ایسے مسلمانوں کو کیسے اور کب تک سنبھالا جا سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ اپنی محرومی کا احساس رکھتے ہوں اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔ کیا ایسے مسلمانوں کو قابو میں رکھا جا سکتا ہے؟

سوال: پاکستان کے بارے میں ہندو عوام کے ذہن میں اس درجہ زہر کیوں بھرا جا رہا ہے؟

جواب: یہ صرف ہندو رہنماؤں کا قصور ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہندو زعماء سارے ہندوستان پر بلا شرکت غیرے اپنا اقتدار جمانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے ان حصوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہی حکمران ہوں اور ہندو اکثریت والے علاقوں پر بھی انہی کی حکمرانی ہو۔ بس اسی جذبے نے ان رہنماؤں کو اندھا کر دیا ہے اور وہ ہندو عوام کے دلوں کو زہر آلود کر رہے ہیں۔